

تنزیل و تاویل

حکمت قرآنی اور اصلاح تمدن

ایک صاحب سوال کرتے ہیں :-

”سورہ آل عمران میں تیرھویں رکوع سے اٹھارویں رکوع تک جنگ احد پر مسلسل تبصرہ کیا گیا ہے، مگر یہ عجیب بات ہے کہ تیرھویں رکوع میں جنگ احد پر تہسیدی تقریر الہی شروع ہی کی تھی کہ یکایک بیچ میں سوو کی حرمت کا ذکر آگیا چنانچہ چودھویں رکوع کا بیشتر حصہ اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ اور اس کے بعد آیت **وَلَا تَهْتُوا وَلَا تَحْنُوا وَانكُرُوا لَعْنَانَ** ان کُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ سے پھر جنگ احد پر کلام شروع کیا گیا ہے۔ اس موقع پر دو سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً** کا اپنے ما قبل اور ما بعد سے کیا ربط ہے؟ ایک جنگ کے واقعات پر کلام کرتے ہوئے بیچ میں یہ بحث آخر کس تعلق سے چھیڑ دی گئی؟

(۲) اس موقع پر خاص طور سے سوو در سوو یا بڑھا چڑھا کر سوو لینے کو منع و تحریم کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا؟

ترجمان القرآن - جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات کو مدبرانہ اور محققانہ انداز میں سمجھنے کا مشورہ رکھتے ہوں ان کے لیے من جلد دوسرے امور کے یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تاریخی پس منظر

(Historical background) کو سامنے رکھیں۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ آیات کا باہمی ربط سمجھنا انکے لیے آسان ہوگا، بلکہ وہ اس حکمت تشریح کو بھی سمجھ سکیں گے جسے احکام کے تدریجی ارتقاء میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

جہاں تک اسلام کے بنیادی اصولوں کا تعلق ہے، قرآن مجید نے ابتدا ہی میں ان کا صاف صاف بے کم و کاست اعلان کر دیا تھا، اور آخر وقت تک ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ یہ کہ مخلوقات کا اللہ بجز اللہ وحدہ لا شریک لہ کے اور کوئی نہیں، یہ کہ عبادت اور استعانت اس ایک اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں، یہ کہ ہر انسان اسی ایک حاکم اعلیٰ کے سامنے جواب دہ ہے اور بالآخر اپنے پورے کارنامہ حیات کے ساتھ اس کی عدالت میں پیش ہونے والا ہے، یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسانی کی طرف اللہ کے رسول ہیں اور قرآن اللہ کی کتاب ہے اور مرد و مستقیم بجز اسلام کے اور کوئی نہیں، یہ تمام باتیں دعوتِ محمدی صلعم کی ابتدا میں جس طرح کہی گئی تھیں اسی طرح آخر وقت تک کہی جاتی رہیں۔ ان میں کوئی ارتقاء نہیں۔ جو دعویٰ اول دن کیا گیا تھا وہی آخر تک قائم رہا۔ فرق جو کچھ ہوا وہ صرف اتنا تھا کہ کبھی اسے تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا اور کبھی اختصار کے ساتھ۔

بخلاف اسکے تمدنی اصلاح (Social reform) کے باب میں قرآن نے تدریج کو ملحوظ رکھا ہے۔ ابتدا میں تمام تر زور ایمان کو مستحکم کرنے پر صرف کیا گیا، اور اسکے ساتھ مدنیت صالحہ کے وہ اصول ذہن نشین کرائے جاتے رہے جن پر آگے چل کر نئی تہذیب کی عمارت تیار کرنی تھی۔ مکہ معظمہ میں بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تمام تر انہی دو باتوں تک محدود تھا۔ اسکے بعد مدینہ میں جب عملی تہذیب کی تعمیر شروع کی گئی، اور وقت آیا کہ مدنیت صالحہ کے ان مجرب و اصولوں (Abstract principles) کو جنہیں مکہ میں پیش کیا گیا تھا متعین صورت (Concrete form) میں اجتماعی زندگی کے اندر

نافذ کیا جائے، تو اس کام میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لیا گیا کہ پورے اصلاحی پروگرام کو یکجہت عملی جامہ پہنایا جاتا، بلکہ تدریجی عمل کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ نئی سوسائٹی جیسے جیسے بنتی گئی، جیسے جیسے موقع پیش آتے گئے ان کے لیے قانون بنایا جاتا رہا۔ ہر نئے اصلاحی قدم کے لیے آمادگی نفس کے موقع (Psychological moment) کا انتظار کیا جاتا، اور جب وہ موقع آتا تو ایسے موثر انداز میں حکم سنایا جاتا کہ سیدہ دونوں کی تہوں میں اتر جاتا اور وہاں سے کامل اطاعت بن کر عملی دنیا میں نمودار ہوتا۔

تمدن کی اصلاح کے لیے قرآن کے پیش نظر پروگرام تھا اس کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ معاشی معاملات میں سے سود کے عنصر کو بالکل خارج کر دیا جائے، اور اس کی جگہ انسان اور انسان کے معاشی تعلقات کو فیاضی، فراخ دلی اور امدادِ باہمی کی روح پر قائم کیا جائے۔ اس دفعہ کو نافذ کرنے میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا گیا جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ مکہ معظمہ میں سود کی حرمت کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا، بلکہ محض اس نئے معاشی نظریہ کو پیش کرنے اور دعاؤں میں اتارنے کی کوشش کی گئی کہ انفرادی سرمایہ داری (Individualistic capitalism) اگر خود غرضی اور تنگ نظری پر مبنی

ہو — جو سود خواری کی اصلی بنیاد ہے — تو اس کا نتیجہ اجتماعی نقصان ہے، اور جو فردیہ عبادت دشمنی کا (Anti-social) شیوہ اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ بظاہر بھینٹا پھولتا نظر آتا ہے، مگر آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں اپنی بربادی کا سامان فراہم کرتا ہے۔ بخلاف اسکے اگر اسی انفرادی سرمایہ داری کی بنیاد جماعتی حقوق کے صحیح احساس پر مبنی ہو تو اس سے بظاہر فرد کی دولت گھٹتی نظر آتی ہے، مگر درحقیقت وہ بڑھتی ہے، کیونکہ جو فرد اجتماعی خوشحالی میں مددگار بنتا ہے وہ نتیجتاً دنیا میں بھی اپنی دولت بڑھاتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اَوْ كَمْ يَرَوْنَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ
كِيَا يَہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ حبیبو چاہتا، فراخی کیسے رزق
دیتا اور جو چاہتا پناہ دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ایمان لانے

دلوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ لہذا تو اپنے رشتہ دار کو اور سکین اور مسافر کو اس کا حق دے۔ یہ فعل ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور بالآخر وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو غم سود دیتے ہوتا کہ بعض لوگوں کے مال میں بڑھوتری ہو تو اللہ کے نزدیک تو اس سے مال نہیں بڑھتا۔ البتہ مال ان کا بڑھتا ہے جو خدا کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہیں۔

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ
وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ
يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ وَمَا أَلَيْكُم مِّن رِّبَآئِيرَبْوَا
فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرَبُّوا عِنْدَ اللَّهِ
وَمَا أَلَيْكُم مِّن زُكُوفٍ تُيَدُونَ وَجْهَ
اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (الرودم)

اس کے ساتھ ہی مگر مغضبہ کی زندگی میں اس نئی معاشی پالیسی کے لیے جسے آگے چل کر نافذ کرنا تھا، دو سکرپلوؤں سے بھی زمین تیار کی جاتی رہی۔ انسان کی حقیقی ضروریات سے جو دولت پزیر جائے اسے جمع کرنے کی سخت مذمت کی گئی کیونکہ خود غرضانہ سرمایہ داری کی ابتدا اسی مقام سے ہوتی ہے۔ بخلاف اسکے ایک طرف تجارتی کاروبار کی ہمت افزائی کی گئی اور دوسری طرف بار بار یہ امر ذہن نشین کیا گیا کہ جو کچھ تم کماؤ اس میں تمہاری جماعت کے کم نصیب افراد کا حق ہے۔ قَاتِ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقَّهُ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُورِ۔

اتنا کام مگر مغضبہ میں کیا جا چکا تھا۔ اسکے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر جب نئی اجتماعی زندگی کی بنا رکھی گئی تو اس معاشی پالیسی پر عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب موقع کا انتظار کیا جانے لگا۔ ہجرت کے تیسرے سال جب جنگ احد واقع ہوئی تو وہ موقع آ گیا۔ جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کا اصل سبب مال کا لالچ تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور اپنی ڈیوٹی سے ہٹ کر جماعت کے وجود کو خطرے میں ڈالا۔ جیسا کہ تاریخ

پر نظر رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں، غزوہ احد میں آنحضرت صلعم نے تین ہزار مشرکین کے بالمقابل اپنی سات سو کی مختصر جمیعت کو بہترین جنگی موقف (Strategical position) پر رکھا تھا، یعنی احد کی پہاڑی آپ کی پشت پر تھی اور دشمن کے لیے گھیراؤ لانے کا کوئی موقع نہ تھا۔ احد کی جانب سے مشرکین کے لیے عقبی حملہ کرنے کا صرف ایک راستہ تھا جس پر حضور نے عبداللہ بن جبیر کے تحت ۵۰ تیر اندازوں کا ایک مضبوط دستہ بٹھا دیا تھا تاکہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ کرنا چاہے تو یہ دستہ دور ہی سے اس کو تیروں پر رکھ لے۔ اس جنگی نقشہ کی کامیابی کا تمام تردد و مدار اس پر تھا کہ تیر اندازوں کا یہ دستہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ چنانچہ حضور نے ان کو سخت تاکید دی حکم دیا کہ اگر ہمیں شکست ہو اور تم دیکھو کہ شکاری پرندے ہیں اُچکے لیے جا رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کو کو نہ آنا، اور اگر ہم تعقیب ہوں اور تم دیکھو کہ دنیا کی دولت لٹ رہی ہے تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا، لیکن جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور بہادران اسلام نے مار مار کر مشرکین کے منہ پھیر دیے اور شکست خوردہ دشمن کے لشکر میں لوٹ شروع ہوئی تو تیر اندازوں کی یہ جماعت اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ پچاس میں سے ۴۰ آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت پر جا گرے، اور مشرکین کو موقع مل گیا کہ پشت کیے ورے کی طرف سے حملہ کر کے مسلمانوں کو گھیر لیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی، ان کے بہترین آدمی شہید ہوئے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے، اور ایسا سخت وقت آ گیا کہ اگر مشرکین کی عقل نہ ماری گئی ہوتی اور وہ بلا کسی معقول وجہ کے خود بخود پناہ نہ ہو گئے ہوتے تو مدینہ کی بھی خیر نہ تھی۔

یہ قصہ و فنیاتی موقع جس کو معاشی اصلاح کا پہلا قدم اٹھانے کے لیے جن لیا گیا۔ احد سے واپس مدینہ پہنچتے ہی سورہ آل عمران کی وہ آیات نازل ہوئیں جن کا ذکر سائل نے اپنے سوال میں کیا ہے۔ ان آیات میں غزوہ احد پر تبصرہ کرتے ہوئے شکست کا اصلی سبب جو مشخص کیا گیا

ہے وہ یہی ہے کہ تم میں سے بہت سے لوگ مال کی محبت میں مبتلا ہیں اور یہ زبردستی تمہیں نافرمانی پر آمادہ کر دیتی ہے۔ نیز یہ کہ تم میں صبر و تقویٰ کی جگہ و صحن اور فسل (ضعف) پایا جاتا ہے جو نتیجہ ہے حب دنیا کا۔

اللہ نے تو تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا تھا یعنی یہ کہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہیں فتح ہوگی چنانچہ جنگ کے ابتدائی حصہ میں تم ہی ان کو مار بے تھے۔ مگر جب اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تمہیں محبوب ہے (یعنی مال غنیمت) اور اسے دیکھ کر تم میں کمزوری آگئی اور تم نے اپنے امیر عبداللہ بن

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ
تَحْسَبُوهُمْ بِأَذِينِهِمْ حَتَّى إِذَا فَتَلْتَهُمْ وَنَارُ الْعُدَّةِ
فِي الْأَمْوَالِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مَعَنَا
تُحِبُّونَ مِنَكُمْ وَمَنْ يُرِيدِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُرِيدُ
مَنْ يُرِيدِ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَّفَكُمْ اللَّهُ فِي الْأَمْوَالِ
لِيَبْتَلِيَكُمْ

جبر سے حکم میں جھکڑا کیا اور (رسول کی) نافرمانی کی (تو وہ وعدہ ختم ہو گیا)۔ تم میں سے بعض نیا چاہتے ہیں اور بعض آخرت۔ پس اللہ نے تم کو کفار کے مقابلہ سے پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔

جب شکست کا اصل سبب یہ تشخیص ہوا تو اس کا علاج بھی یہی تجویز ہونا چاہیے تھا کہ دلوں میں مال کی محبت کا سرچشمہ جس جگہ واقع ہے اس پر حملہ کیا جائے، چنانچہ پتھر ٹھیک اسی مقام پر انگلی رکھ دی گئی:

اے ایمان والو! بہت بڑھا چڑھا کر سو دنہا کھایا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو کہ اسی طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْاِكْثَارَ
الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ
تَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ مال کی محبت جو تمہارے دلوں میں جائز فطری حد سے بڑھ گئی ہے اور جس کی وجہ سے تمہاری روح میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے، اسکے بڑھنے کا سبب یہ ہے کہ

تم مدتوں سے سود خواری کے خوگر ہو، جس نے تمہارے قلب کے ریشہ ریشہ میں مال کی محبت پوسٹ کر دی ہے۔ تم جب اپنے کسی حاجت مند بھائی کو کچھ مال دیتے ہو تو ایک ایک دن گن کر اس پر اپنے فائدے کا حساب لگاتے چلے جاتے ہو۔ اس عادت اور خصلت سے بڑھ کر اور کونسی چیز عشق زر کی بیماری پیدا کرنے والی ہو سکتی ہے۔ لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ کم از کم سود و زر اور ہر سال بڑھتا چڑھتا سود تو آج ہی سے چھوڑ دو۔

یہ محض مشورہ نہ تھا بلکہ حکم تھا اور ایسا سخت تاکید ہی حکم تھا کہ اس کے بعد ہی وہ تہدید ہی فقرہ ارشاد ہوا جسے سن کر سارے مسلمان کانپ اٹھے۔ فرمایا:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لَكُمْ وَأَنْتُمْ كَافِرُونَ

ہیسا کی گئی ہے۔

لَا تُكْفِرِينَ۔

مسلمان، اور اُس آگ میں ڈالا جائے جو کافروں کے لیے ہیسا کی گئی ہو! اس سے بڑھ کر ایک سچے مسلمان کے لیے خوفناک بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی بنا پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت قرآن کی سب سے زیادہ ڈراؤنی آیت ہے، کیونکہ اس میں مسلمان کو دہکی دی گئی ہے کہ اگر اس نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز سے پرہیز نہ کیا تو اسے وہ سزا دی جائیگی جو کافروں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

اس کے بعد بتایا گیا کہ عشق مال اور بندگی زر کی جگہ مسلمان میں کیا صفات ہونی چاہئیں اور وہ تقویٰ کیا ہے جس کے متعلق ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم میں صبر اور تقویٰ ہو تو ہم

لَهُ أَصْحَابًا مَّصْلُحِينَ، سوئی دو صورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ کسی شخص کو مثلاً ایک سال کے وعدہ پر وہ یہ قرض دیا اور اس پر

ایک شرح سود مقرر ہو گئی۔ دو برس سال کے آغاز میں اگر قرض ادا نہ ہوا تو پھر ایک سال کی مہلت دی اور شرح سود پچھلے سے بڑھادی گئی۔ اس طرح ہر سال شرح سود میں اضافہ نہ کیا جا رہتا تھا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ کافی مدت تک اگر سود نہ ادا ہوا تو سود کی رقم کو اصل میں شامل کر کے اس پر پھر سود لگا دیا جاتا۔

تمہاری مدد کریں گے۔“

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اسی سے کہ تم پر رحم کیا جائیگا۔ اور دوڑو اپنے رب کے دامن رحمت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں جیسا ہے، جو متقیوں کے لیے مہیا کی گئی ہے۔ (کون متقی؟) وہ جو تنگ حالی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں (اپنے مقدر و بھراہ خدا میں) خراج کرتے ہیں، جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور انسانوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی عسکروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ (اور متقی کون؟) وہ جو کبھی اگر کوئی برا کام یا اپنے نفس پر ظلم (یعنی گناہ) کرتے ہیں تو فوراً انہیں خدا کا خیال آجاتا ہے جس کے اثر سے وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کا معاف کرنے والا ہو؟) یہ متقی (اپنے فعل پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ أَلْفِظُوا وَالعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا الذُّنُوبَ وَمِمَّا رَدَّ مَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ اگر مشرکین اور کفار کے مقابلہ میں غلبہ اور فتح چاہتے ہو تو اپنے اندر سے دنیا طلبی، زر پرستی، نفسانی خواہشات کی بندگی نکال ڈالو اور انکی جگہ یہ یہ ایجابی (Positive) خوبیاں پیدا کرو، تاکہ تمہارا اخلاقی مرتبہ ان سے بلند ہو جائے، اور تم زمین پر خدا کی نیابت کے اہل بن جاؤ۔ ورنہ اگر تم بھی اخلاقی حیثیت سے ویسے ہی رہے جیسے

کفار و مشرکین ہیں، تو آخر تم سے اللہ کا کیا رشتہ ہے، اور کفار قریش سے کیا دشمنی ہے کہ وہ ان کے مقابلہ میں تمہاری نصرت و حمایت کرے؟

دیکھیے ایسا قرآنی حکمت (Wisdom) اور انسانی حکمت کا فرق کیسا حیرت انگیز ہے۔ اگر کوئی انسان، جسکی نگاہ محض اسباب دنیا پر ہوتی، جنگ احد کے حالات پر نگاہ ڈالتا اور مسلمانوں کی کمزوری کے اسباب کی تشخیص کرتا، تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتا کہ کفار کی مالی حالت بہت اچھی تھی، قریش کے علاوہ عرب کے دوسرے قبائل اور مدینہ کے یہودی سرمایہ داران کی پشت پر تھے، انکے پاس دو سو سواروں کا رسالہ تھا، انکے بیشتر آدمی زرہ پوش تھے، ان کے اسلحہ زیادہ اچھے تھے۔ برعکس اسکے مسلمان صرف پچاس سواروں کا رسالہ لاسکے تھے، ان کے پاس بمشکل ۱۰۰ آدمی زرہ پوش تھے۔ انکی بے سرو سامانی کا حال یہ تھا کہ اپنے مقتولوں کی تجہیز و تکفین بھی اچھی طرح نہ کر سکے تھے۔ اس وجہ سے کفار کا پلہ بھاری رہا اور مسلمانوں نے نقصان اٹھایا۔ کمزوری کا یہ سبب تشخیص کرنے کے بعد وہ اگر کوئی علاج تجویز کرتا تو یہ کرتا کہ مسلمانوں کو اپنی مالی حالت درست کرنی چاہیے۔ جو لوگ ان میں سود نہیں کھاتے انہیں بھی سود خواری شروع کر دینی چاہیے۔ شرح سود پہلے سے زیادہ بڑھا دینی چاہیے۔ غرض ہر ممکن طریقہ سے اپنی جماعت کی دولت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ مگر قرآنی حکمت ملاحظہ ہو کہ کمزوری کا سبب مال کی کمی کو نہیں بلکہ مال کی محبت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ اس عشق مال کی بیماری کو دور کرنے کے لیے شرح سود میں تو فوراً تخفیف کرنی چاہیے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس مرحلہ پر صرف شرح سود (Rate of interest) کی تخفیف پر کیوں اکتفا کیا گیا؟ سود کو قطعی بند کیوں نہ کر دیا گیا؟ تو اس کا جواب وہی ہے، جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اسلام نے تدریجی اصلاح کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اسلام محض اخلاقی اصول بیان

کرنے والی حکمت ہی نہیں ہے، بلکہ زندگی میں عملاً اپنے اصولوں کو نافذ کرنے والا تدبیر Statesmanship

۱۔ بھی ہے۔ ایک ملک کے معاشی نظام کو یکا یک بدل ڈالنا کسی طرح ممکن نہیں۔ اگر جبراً اور غور نیزی سے اسکی کوشش بھی کی جائے تب بھی سابق نظام کے اثرات فوراً نہیں مٹ سکتے۔

اسی لیے اسلام نے اپنی جدید معاشی پالیسی پر رفتہ رفتہ عمل کیا۔ ۳۰ ہجری میں جیسا کہ ابھی بیان ہوا، جنگ احد کے بعد پہلا قدم شرح سود کی تخفیف کی صورت میں اٹھایا گیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ اور اجناس کے کاروبار میں سٹہ (Speculation) کو روکا اور ایک ہی جنس کی چیزوں کے مبادلہ میں کمی و بیشی کو سود قرار دیا۔ اس کے بعد اپنے مبادلہ زر (Exchange) کی طرف توجہ فرمائی اور سونے چاندی بصورت جنس (Bullion) یا بصورت زر (Money) دونوں کے مبادلہ میں ناجائز نفع بازی (Profiteering) کا دروازہ بند کر دیا۔ آخری ضرب اور فیصلہ کن ضرب فتح مکہ کے بعد لگائی گئی جبکہ قریب قریب پورا عرب اسلام کا سیاسی اقتدار قبول کر چکا تھا۔ اس وقت پورے زور کے ساتھ حکم دیا گیا کہ اَحَلَّ اللهُ الْمَيْمِمْ وَحَرَّمَ الرِّبَا۔ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ اَنْتَقُوا اللّٰهَ وَذَرُّوْا مَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الرِّبَا۔ اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود تمہارا لوگوں کے ذمہ باقی ہے اسے چھوڑ دو۔ فَاِنْ كُنْتُمْ تَفْعَلُوْا فَاِذَا خَلَوْا بِحُرُومِ بَيْنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَيْهِ۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ اُس وقت اسلام یہ طاقت رکھتا تھا کہ بزور سود کو بند کر دے اور پورے ملک کے معاشی معاملات کو ایک نئی بنیاد پر قائم کرے، اس لیے اس نے دھرم تحریم سود کا اعلان کیا بلکہ اس اعلان کو بجز منوا کر چھوڑا۔ سودی معاملات کرنے والے قبائل کو دھمکی دی گئی کہ اس کاروبار کو نہ چھوڑو گے تو تم پر چڑھاؤ کی جائیگی۔ بخران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا گیا کہ سودی کاروبار بند کر دیں ورنہ اسلامی حکومت انکی حفاظت سے بری الذمہ ہے۔